ہی کے متعلق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ جہنم کی آگ کا ایندھن ہیں۔ یہاں پر توجہ طلب بات یہ ہے کہ رشوت دینے والے کا ذکر پہلے ہوا ہے۔ جس سے واضح ہوا کہ رشوت دینے والا بھی اس گناہ کی سزا سے بچ نہیں سکتا۔

9- **مَنْ نَّصَرَ قَوْ مَہٗ عَلٰی غَیْرِ الْحَقِّ فَھُوَ کَا لْبَعِیْرِ الَّذِیْ رَدٰی فَھُوَ یُنْزَ عُ بِذَ نَبِہٖ۔**

ترجمہ: جس شخص نے کسی ناجائز معاملے میں اپنی قوم کی مدد کی تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اونٹ کنوئیں میں گر رہا ہو اور وہ اس کی دم پکڑ کر لٹک جائے تو خود بھی اس میں جا گرے۔

تشریح: اس حدیث میں اسلامی اخوت کی بربادی اور اسلامی معاشرے کی تباہی کا ایک بڑا سبب بیان کیا گیا ہے۔ یعنی جو شخص کسی جھوٹے اور ناحق معاملے میں اپنی قوم قبیلے کا ساتھ دیتا ہے تو وہ اپنی قوم کے ساتھ اپنے آپ کو بھی تباہ و برباد کرتا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم بھلائی اور نیکی کے کاموں میں قوم اور نسل یا زبان اور علاقے کی تفریق کے بغیر سچ اور حق کا ساتھ دیں اور ناجائز کام میں کسی کا ساتھ نہ دیں، چاہے وہ اپنا کنبہ اور قبیلہ ہی کیوں نہ ہو۔

10- **اِنَّ اَکْمَلَ الْمُؤْ مِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا۔**

ترجمہ: یقیناً مومنوں میں سے کامل ترین ایمان والا وہ ہے، جو اُن میں اخلاق کے لحاظ سے سب سے اچھا ہے۔

تشریح: انسانی شخصیت کی اصل تصویر ایک آئینہ بھی اتنی صاف پیش نہیں کرتا جتنا اس کا اخلاق۔ جب ایک انسان دوسرے سے معاملات کے دوران حسنِ خلق سے پیش آتا ہے تو اس کی شخصیت کا ظاہر اور باطن مکمل طور پر واضح ہو جاتا ہے۔

حُسنِ خُلق ہی ایک ایسا عمل ہے جس سے آپس کی نفرتوں کو نہ صرف محبتوں میں بدلا جا سکتا ہے بلکہ دشمنوں کے دل میں بھی گھر کیا جا سکتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللّٰہ علیہ والہٖ وسلم نے دعوتِ حق کے دوران عام طور پر تمام عمر اور مکی زندگی میں خاص طور پر صرف حُسنِ خُلق ہی کے ہتھیار سے اپنے بڑے سے بڑے دشمن کو زیر کیا۔ ویسے تو حُسنِ خُلق کو نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کو اپنانا چاہیے۔ مگر مسلمانوں کے لیے تو حضور اکرم صلی اللّٰہ علیہ والہٖ وسلم نے حُسنِ خُلق کو ایمان کی تکمیل کا پیمانہ قرار دیا ہے۔ حُسنِ اخلاق دراصل روزمرہ زندگی میں اللّٰہ اور اس کے رسول صلی اللّٰہ علیہ والہٖ وسلم، اپنے نفس اور مخلوقِ خدا کے ساتھ ایک مسلمان کے طرزِ عمل اور رویے کا نام ہے۔ اگر یہ طرزِ عمل اور رویہ اچھا ہے اور شریعت کے اصولوں کے مطابق ہے تو اسے حُسنِ اخلاق کہا جائے گا اور اگر یہ طرزِ عمل اور رویہ اچھا نہیں تو اس کو برا اخلاق کہا جائے گا۔

11- **اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ وَ مَنْ اَقَا مَھَا فَقَدْ اَقَامَ الدِّ یْنَ وَمَنْ ھَدَ مَھَا فَقَدْ ھَدَمَ الدِّیْنَ۔**

ترجمہ: نماز دین کا ستون ہے۔ جس نے اسے قائم کیا اس نے گویا دین کو قائم کیا اور جس نے اسے ڈھا دیا اس نے گویا دین کو ڈھا دیا۔

تشریح: اس حدیث میں دین کو ایک عمارت سے تشبیہ دی گئی ہے جس کا ستون نماز ہے۔ جس نے اس ستون کو قائم رکھا گویا اس نے دین کی عمارت کو قائم رکھا اور جس نے اس ستون کو گرا دیا، تو اس نے گویا پورے دین ہی کی عمارت کو ڈھا دیا۔ اس سے نماز کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔ ہر مسلمان کے لیے روزانہ پانچ مرتبہ ایمان کے امتحان کا موقع آتا ہے۔ مؤذن اسے نماز اور فلاح کی طرف بلاتا ہے۔ اگر وہ اس پکار پر لبیک کہتا ہے تو گویا وہ اپنے ایمان کی صداقت کی گواہی دیتا ہے۔ اس کے علاوہ نماز ہی وہ عمل ہے، جس کے ذریعے اس کا اللّٰہ تعالیٰ سے تعلق اور رابطہ قائم رہتا ہے جو ترکِ نماز سے کمزور ہو جاتا ہے۔

12- اِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِکَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اَنْصِتْ وَالْاِ مَامُ یَخْطُبُ فَقَدْلَغَوْتَ۔

ترجمہ: جب تم نے جمعہ کے دن اپنے ساتھی سے یہ کہا ''خاموش ہو جاؤ'' جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو، تو تم نے فضول بات کی۔

تشریح: علم کا پہلا ادب یہ ہے کہ علم کی بات کو خاموشی اور توجہ سے سنا جائے۔ وعظ و نصیحت سے فائدہ اٹھانے کے لیے بھی ضروری ہے کہ سب سے پہلے اسے توجہ سے سنا جائے، اگر کوئی بات دھیان سے سنی ہی نہ جائے تو اسے سمجھنا بھی ناممکن ہوگا اور پھر اس پر عمل کیونکر ہو سکے گا۔ چنانچہ تاکید فرمائی گئی ہے کہ جمعہ کا خطبہ جو کہ اسلامی تعلیمات کے بارے میں رہنمائی کا ذریعہ ہے اسے خاموشی اور توجہ سے سنا جائے۔ اس حدیث میں ایک اور اشارہ ہے کہ جمعہ کے خطبے کے دوران یہ بھی روا نہیں کہ اس دوران اگر کوئی شخص بول رہا ہو تو اسے منع کیا جائے۔ کیونکہ اس سے بھی لوگوں کی توجہ دوسری طرف منتقل ہو سکتی ہے اور ان کے سننے کا عمل بھی متاثر ہو سکتا ہے۔

13- مَنْ تَخَطّٰی رِقَابَ النَّاسِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اتَّخَذَ جَسْرًا اِلٰی جَهَنَّمَ۔

ترجمہ: جو شخص جمعہ کے دن لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگ کر گیا (گویا) اس نے جہنم کی طرف پُل بنایا۔

تشریح: اس حدیث میں آدابِ جمعہ، آدابِ مجلس، احترامِ انسانیت، تہذیب و سلیقہ اور نظم و ضبط کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ معاشرت کی مندرجہ بالا تمام خوبیوں کے بارے میں ایک جامع تعلیم دینے کے لیے آدابِ نماز جمعہ کو موضوع بنایا گیا ہے کہ جب جمعہ کا خطبہ ہو رہا ہو تو بعد میں آنے والے پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کی گردنوں کو پھلانگ کر آگے نہ جائیں کیونکہ یہ بات آدابِ مجلس کے خلاف ہے اور پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کے احترام کے بھی خلاف ہے نیز تہذیب و سلیقہ کے بھی منافی ہے۔ لہٰذا شائستگی کے ساتھ جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جانا چاہیے۔

14- اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَاْتُوْهَا تَسْعَوْنَ وَاْتُوْهَا تَمْشُوْنَ وَ عَلَیْكُمُ السَّكِیْنَةُ فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَ مَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا۔

ترجمہ: جب نماز کھڑی ہو جائے تو اس کے لیے دوڑتے ہوئے نہ آؤ، بلکہ اطمینان (اور وقار) سے چلتے ہوئے آؤ۔ جو (نماز) تم پا لو اسے ادا کر لو اور جو تم سے رہ جائے، اسے پورا کر لو۔

تشریح: اس حدیث میں باجماعت نماز کے آداب کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ وہ یہ کہ اوّل تو ہم باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے وقت پر مسجد پہنچیں اور تکبیرِ اُولیٰ میں شریک ہوں اور بالفرض کسی مجبوری کی وجہ سے کوئی شخص تکبیرِ اُولیٰ سے رہ جائے یا مسجد میں تاخیر سے پہنچے اور نماز ادا ہو رہی ہو تو بھاگتے دوڑتے جماعت میں شامل ہونے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے بلکہ ہر ممکن وقار اور متانت کا خیال رکھنا چاہیے۔ سلیقہ یہ ہے کہ شائستگی کے ساتھ چل کر آرام سے جماعت میں شامل ہو جائیں۔ جتنی رکعتیں جماعت کے ساتھ نصیب ہو جائیں ان کو جماعت کے ساتھ پورا کر لیں باقی کو بعد میں پورا کر لیا جائے لیکن بھاگتے دوڑتے اس لیے جانا کہ جلدی سے جماعت میں شریک ہو جائیں اور کوئی رکعت چھوٹ نہ جائے یہ ناشائستہ عمل اللہ تعالیٰ کو ناپسند اور خانہ خدا کے آداب اور انسانی وقار کے خلاف ہے۔

15- مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَقَامَهٗ اِیْمَاناً وَّ اِحْتِسَا بًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

ترجمہ: جس نے ایمان اور اجر کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اور اس (کی راتوں) میں قیام کیا۔ اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے گئے۔

تشریح: روزہ دینِ اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ اس مہینے میں انسان کے اندر دینی مزاج اور صبر و تقویٰ پیدا کرنے کے لیے مخصوص دینی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ اس ماہ کو نیکیوں کی فصل بہار قرار دیا جا سکتا ہے۔ رمضان کے پورے مہینے کے روزے فرض کر دیے گئے ہیں۔ اب جو کوئی ایمان کے

تقاضوں کی تکمیل میں اور بارگاہِ الٰہی سے ثواب کی امید کے ساتھ روزے رکھے اور اس ماہ مبارک کی راتوں میں اپنے رب کے حضور قیام کرے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

16- لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ عِنْدَ اِفْطَارِہٖ وَ فَرْحَةٌ عِنْدَلِقَاءِ رَبِّہٖ۔

ترجمہ: روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی اس کے افطار کے وقت اور ایک خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔

تشریح: روزہ بظاہر ایک مشقت والی عبادت ہے۔ لیکن حقیقت میں اپنے مقصد اور نتیجے کے لحاظ سے یہ دنیا میں موجبِ راحت اور آخرت میں باعثِ رحمت ہے۔ روزہ دار دن بھر اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں نہ کچھ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ لیکن افطار کے وقت اس کے لیے ایک خوشی کا سامان ہے کہ جب وہ بھوک پیاس کی حالت میں اللہ کی نعمتوں سے فیض یاب ہوتا ہے تو اسے ایک عجیب فرحت و مسرت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ آخرت میں جب وہ اپنے رب کا دیدار کرے گا تو اس وقت اس کی خوشی کی کوئی حد نہ ہوگی۔

17- مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ فَقَضٰى مَنَا سِكَهٗ وَسَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَيَدِہٖ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔

ترجمہ: جس نے بیت اللہ کا حج اور اس کے مناسک (پورے) ادا کیے اور مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے محفوظ رہے تو اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے گئے۔

تشریح: حج بھی اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ ہر صاحبِ استطاعت مسلمان مرد اور عورت پر زندگی میں ایک بار بیت اللہ کا حج فرض ہے۔ حج کے سلسلے میں مکہ میں دنیا بھر کے مسلمانوں کا عظیم الشان اجتماع ہوتا ہے۔ لہٰذا اس بات کا اہتمام ضروری ہے کہ اس موقع پر صبر و تحمل، عفو و درگزر اور ایثار سے کام لیا جائے۔ اپنے کسی مسلمان بھائی کی زبان سے دل آزاری کی جائے نہ ہاتھ سے اسے کوئی تکلیف پہنچائی جائے۔ اس حدیث میں یہی بات کہی گئی ہے کہ جو حج اس اہتمام سے کیا جائے گا، اس کے نتیجے میں انسان کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

18- مَنْ اِغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰہِ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ۔

ترجمہ: جس کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوئے، اللہ نے اسے آگ پر حرام کر دیا۔

تشریح: بندہ اپنے رب کی خوشنودی کے لیے جو بھی مشقت اور تکلیف برداشت کرتا ہے، اس پر اس کے لیے اجر ہے اور جو قدم اللہ کی راہ میں اٹھتا ہے، وہ اس کے لیے مغفرت اور بلندیِ درجات کا باعث بنتا ہے۔ علم کی طلب، نماز کی ادائیگی، مسلمان بھائی کی مدد یا عیادت وغیرہ کے لیے اپنے قدم غبار آلود کرنا بھی فلاح و کامیابی کا ذریعہ ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ کے دین کی دعوت و تبلیغ کے لیے نکلے تو اس کے ہر قدم پر نیکی ہے۔ اگر کوئی مسلمان جہاد فی سبیل اللہ کے عزم سے چلے تو یہ ایسا پسندیدہ عمل ہے کہ اس راستے میں اس کے غبار آلود ہونے والے قدموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ اس پر حرام کر دیتا ہے۔

19- كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِہٖ۔

ترجمہ: تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے۔

تشریح: ذمہ داری اور نگہبانی ایک ایسا فرض ہے، جو کسی بھی انسان کے لیے معاف نہیں ہے۔ حکمران اپنی رعایا کے حقوق کی نگہداشت اور ان کی فلاح و بہبود کا ذمہ دار ہے۔ ماں باپ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں جواب دہ ہیں، حتیٰ کہ کسی دفتر کا ایک کارکن بھی اپنے کاموں کا ذمہ دار

ہےاوراس سلسلے میں اسے بھی اللہ کی بارگاہ میں جواب دہ ہونا پڑے گا۔لہٰذالازم آتا ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کودیانت اورمحنت سے ادا کریں۔

20- خَیْرُالنَّا سِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ۔

ترجمہ: لوگوں میں اچھاوہ ہے، جولوگوں کونفع دیتا ہے۔

تشریح: قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ اس دنیامیں عزت اورکامیابی انھی لوگوں کونصیب ہوتی ہے، جوخلقِ خداکوفائدہ پہنچاتے ہیں اورانسانیت کی فلاح وبہبود کے لیےکوشاں رہتے ہیں۔اس حدیث میں اسی بات کی وضاحت کی گئی ہےلہٰذاہمیں چاہیے کہ تعلیم کے ذریعےبھی لوگوں کونفع پہنچائیں۔ ماحول کوصاف ستھرارکھنابھی انسانی بہبود کے لیےضروری ہے۔ پڑوسیوں کا خیال رکھنا،انہیں اذیت اورتکلیف میں مبتلا ہونے سے بچانا بھی ان کے حقوق کی پاسداری اورانہیں فائدہ پہنچاناہے۔درخت لگانے سے ماحول کی آلودگی کوکم کیاجاسکتاہے۔درخت بارش کا سبب بنتے ہیں اور ہوا کوصاف کرتے ہیں۔ان سب پہلوؤں سے مخلوقِ خدا کی خدمت کرناخیرالنّاس بننے کا بہترین طریقہ ہے۔

5- طہارت اور جسمانی صفائی

اسلام ایک مکمل ضابطہء حیات اور دینِ فطرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس دین میں تمام انسانوں، خاص طور پر مسلمانوں کو تمام چھوٹی اور بڑی باتوں سے قرآن وحدیث کے ذریعے آگاہ کر دیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو آخری نبی بنا کر اپنے دین کو عملی طور پر سمجھا دیا ہے تا کہ ہر چیز واضح ہو جائے۔ چنانچہ طہارت اور پاکیزگی کے بنیادی اصول بتا کر صرف ایک آیت قرآنی اور ایک حدیث پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے: **وَثِیَابَکَ فَطَہِّرْo وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ (المدثر: 4-5)**

''اپنے کپڑوں کو پاک رکھ اور ناپاکی سے دُور رہ''

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے:

اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ

''طہارت و پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے۔''

طہارت کے لغوی معنی پاک ہونے کے ہیں۔ آج کے دور میں صفائی کا خیال تو رکھا جاتا ہے اور شریعت کے اصولوں کو اپنائے بغیر عام غسل کرنے کو طہارت کے مفہوم میں لے آتے ہیں۔ حالانکہ طہارت کا شرعی مفہوم بالکل مختلف ہے اور شریعت کے بتائے ہوئے اصولوں اور اس کی شرائط کے مطابق صفائی نہ کی جائے تو طہارت نہیں ہوگی اور طہارت کے نہ ہونے کی وجہ سے کوئی عبادت قبول نہ ہوگی۔

طہارت میں دو چیزیں شامل ہیں:

1- وضو

2- غسل

نماز سے پہلے وضو کرنا لازمی ہے بشرطیکہ جسم اور لباس پاک ہو اور اگر جسم و لباس پاک نہیں تو وضو سے پہلے غسل کرنا اور لباس کو پاک کرنا بھی لازمی ہے۔

وضو:

وضو کے چار فرائض ہیں:

1- چہرے کو دھونا

2- کہنیوں سمیت ہاتھوں کو دھونا

3- سر کا مسح کرنا

4- ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا

ان کے علاوہ باقی چیزیں سنت اور مستحب ہیں۔

وضو کرنے کا طریقہ

وضو کا مسنون طریقہ حسب ذیل ہے:

1- اچھی طرح ہاتھوں کو دھونا

2- تین بار کلی کرنا

3- تین بار ناک میں اچھی طرح پانی ڈالنا

4- چہرے کو پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک اچھی طرح دھونا

5- کہنیوں سمیت بازوؤں کو دھونا

6- سر کا مسح کرنا

7- ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں کو دھونا

8- وضو کرتے ہوئے یہ خیال کرنا کہ پہلے جسم کا دایاں حصہ اور پھر بایاں حصہ دھویا جائے۔

9- جسم کے اعضاء کو تین بار دھونا

غسل

اردو زبان میں غسل کے معنی نہانے کے ہیں۔ اگر جسم پاک نہ ہو تو وضو سے پہلے غسل کرنا واجب ہے۔ علاوہ ازیں انسان کو صاف ستھرا رکھنے کے لیے نہانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جمعہ کے دن غسل کرنے کو ہر مسلمان کے لیے مسنون قرار دیا ہے۔ اسی طرح عیدَین (عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ) اور عمرہ و حج کے لیے احرام باندھنے سے پہلے نہانے کو بھی اپنی سنت میں شامل کیا ہے۔ ان تمام مواقع پر نہانا بہتر اور مسنون ہے اور کچھ صورتیں ایسی ہیں جو کہ آپ اپنے اساتذہ سے پوچھ سکتے ہیں یا تعلیم الاسلام جیسی کتابوں میں پڑھ سکتے ہیں، جن میں غسل واجب ہے اور اگر ان حالتوں میں غسل نہ کیا گیا تو انسان ناپاک رہے گا اور اس کی عبادت قبول نہ ہوگی۔

غسل کا طریقہ

نہانے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ جسم کا جو حصہ گندا ہے اسے دھولیا جائے اور اس کے بعد اگر ہو سکے تو وضو کر لینا بہتر ہے وگرنہ تین بار اس طرح کلی کرنا کہ پانی حلق تک پہنچے اور پھر ناک میں پانی تین بار جہاں تک ممکن ہو آگے تک لے جائے۔ آخر میں پورے جسم پر تین بار پانی بہایا جائے اور جسم کو اچھی طرح مَل کر صاف کر لیا جائے۔

بہر حال مرد اور عورت کے لیے ضروری ہے کہ اس طرح نہائے کہ جسم کا کوئی حصہ اور کوئی بال خشک نہ رہے۔ پانی اعتدال کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ خواہ مخواہ پانی ضائع نہ کیا جائے۔ غسل خانے میں نہایا جائے اور اگر غسل خانہ میسر نہ ہو تو کپڑا پہن کر مرد کے لیے نہانے کی اجازت ہے۔ البتہ عورت کے لیے ضروری ہے کہ پردے میں نہائے۔ غسل کرتے وقت گنگنانے اور باتیں کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

شریعت نے جو طریقے مقرر کیے ہیں ان کا مقصد انسان کو نقصان یا تکلیف پہنچانا نہیں بلکہ یہ تو اس کے فائدے کی باتیں ہیں۔ ہر نماز سے پہلے وضو کرنے سے ذہنی اور جسمانی سکون ملتا ہے۔ انسان صاف ستھرا رہتا ہے اور اس کی تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ نہانے سے پورا جسم صاف

ہو جاتا ہے اور اس طرح صفائی کے باعث بیماریوں سے کافی حد تک محفوظ رہتا ہے۔ وضو کرنے اور نہانے سے ظاہری صفائی بھی حاصل ہوتی ہے اور روحانی بھی۔ عبادت اور کام کرنے میں لطف آتا ہے اور اس طرح عبادت بھی قبول ہوتی ہے اور کام کرنے کی صلاحیت بھی بڑھ جاتی ہے۔

مشق

1- قرآن وحدیث کی روشنی میں طہارت پر ایک مختصر نوٹ لکھیئے۔

2- وضو کا طریقہ بیان کیجئے۔

3- غسل کرنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

4- طہارت کے بارے میں ایک آیت اور ایک حدیث بیان کیجئے۔

5- طہارت کے کیا فوائد ہیں؟

6- خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پر کیجیے۔

i- جمعہ کے دن غسل .... ہے۔

ii- عیدَین کے دن غسل .... ہے۔

iii- غسل کرتے وقت پورے جسم پر .... مرتبہ پانی بہایا جائے۔

iv- پانی کا استعمال .... کیا جائے۔

v- طہارت کے بغیر نماز .... ہوسکتی۔

vi- عمرہ وحج کا احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا .... ہے۔

vii- وضو اور غُسل سے .... حاصل ہوتی ہے۔

viii- طہارت کے معنی .... ہونے کے ہیں۔

6- صبر وشکر اور ہماری انفرادی واجتماعی زندگی

صبر وشکر ایک مسلمان کے ایسے اوصاف ہیں جو ایمان کے کامل ہونے کی دلیل ہیں۔ ان کے ذریعے انسان رنج و راحت اور خوش حالی وتنگ دستی میں ایسا طرزِ عمل اختیار کرتا ہے جو ایمان کے مطابق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو پسند ہوتا ہے۔ دنیا کی زندگی میں انسان کو جو حالات پیش آتے ہیں، وہ بعض اوقات اس کے لیے خوشگوار اور بعض اوقات تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں ایک مومن کو جو مثبت رویہ اختیار کرنا چاہیے وہ صبر وشکر کا رویہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری انفرادی واجتماعی زندگی میں صبر وشکر کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

صبر کے لُغوی معنی ہیں روکنا اور برداشت کرنا اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ ناخوش گوار حالات میں اپنے نفس پر قابو رکھا جائے۔ اور گھبرانے کی بجائے ثابت قدمی اختیار کی جائے یعنی پریشانی، تکلیف اور صدمے کی حالت میں پامردی، ثابت قدمی اور ہمت قائم رکھتے ہوئے اپنے رب پر بھروسا کیا جائے۔

شکر کے لُغوی معنی ہیں کسی کے احسان وعنایت پر اس کی تعریف کرنا، اس کا شکریہ ادا کرنا، اس کا احسان ماننا اور زبان سے اس کا کھل کر اظہار کرنا۔ ان عنایات واحسانات کے اعتراف کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ شکر کی مستحق ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جائے، اس کی عنایات کا اعتراف کیا جائے اور اس کے احسانات پر سجدۂ شکر بجالایا جائے۔ شکر کرنے کے تین طریقے ہو سکتے ہیں:

1- زبان سے کلماتِ تشکّر ادا کرنا۔

2- دل میں اللہ کی عظمت اور اپنی اطاعت وبندگی کا احساس۔

3- اپنے عمل سے اللہ کے احکام کی بجا آوری اور اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دینا۔

قرآن کریم میں شکر کے متعلق بہت تاکید کی گئی ہے اور فراخی وفراوانی انھی لوگوں کا مقدر قرار دی گئی ہے جو شکر گزاری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراهيم: 7)

ترجمہ: اگر شکر ادا کرو گے تو تمھیں اور زیادہ دیا جائے گا۔

ایک مسلمان کو کوئی دکھ تکلیف یا پریشانی کا سامنا کرنا پڑے، تو اسے سوچنا چاہیے کہ یہ میری آزمائش ہے۔ اسے اللہ کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا۔ مجھے اس موقع پر بے صبری سے کام نہیں لینا چاہیے۔ اس حالت میں اللہ سے مدد کی دعا کرنی چاہیے۔ اگر اس موقع پر صبر وہمت سے کام لیا جائے تو اس آزمائش میں کامیاب ہونے پر بہترین اجر ملے گا۔ اس طرح اطمینان وثابت قدمی کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گی اور اللہ تعالیٰ ہر قسم کی پریشانی اور گھبراہٹ سے نجات دے گا۔

مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں بھی صبر کے مفید نتائج سامنے آتے ہیں۔ قوموں پر جب کوئی مصیبت یا برا وقت آجائے تو اس کا مقابلہ صرف ہمت اور صبر ہی سے کیا جا سکتا ہے۔ اگر ان حالات میں افراتفری، بدنظمی، مایوسی اور بے عملی کا مظاہرہ کیا جائے تو قومیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ ایسی قومیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ وہ آزمائش میں پورا اترنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہیں اور عالمی برادری میں انھیں ایک باعزت مقام حاصل کرنے کا کوئی حق نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت انھی کو حاصل ہوتی ہے جو صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ''بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السّلام کو صبر کرنے کا حکم دیا، فرمایا:

فَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ ''پس آپ اپنے رب کے حکم سے صبر کیجئے۔'' حضرت ایوب علیہ السّلام نے صبر کا اعلیٰ مظاہرہ کیا لہٰذا حضرت ایوب علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر واستقامت کی بنا پر'' نِعْمَ الْعَبْدُ '' یعنی بہت اچھا بندہ قرار دیا۔ قرآن کریم کی سورۃ احقاف آیت نمبر 35 میں صبر کو اللہ تعالیٰ نے بڑے حوصلے والے رسولوں کی سنت قرار دیا ہے۔

دنیا اور آخرت میں حقیقی کامیابی کی خوشخبری کے حق دار وہی افراد ہیں جو صبر اختیار کریں۔ چنانچہ فرمایا: وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ: ترجمہ: (اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے) (البقرۃ: 155)

ہمیں چاہیے کہ اگر کوئی تکلیف یا مصیبت آپڑے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر صبر واستقامت کا مظاہرہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کریں۔ اسی میں دین ودنیا دونوں کی کامیابی ہے۔

مشق

1- اسلامی تعلیمات میں صبر کی ترغیب کیوں دی گئی ہے؟

2- قرآن وسنت میں شکر کی کیا اہمیت ہے؟

3- شکر کے لغوی معنی کیا ہیں نیز شکر ادا کرنے کے طریقے بتایئے؟

4- قرآن پاک میں صبر کرنے والوں کو کیا بشارت دی گئی ہے؟

5- خالی جگہیں پر کیجئے۔

(i) صبر وشکر.................. ہونے کی دلیل ہیں۔

(ii) قرآن کریم میں شکر کے متعلق بہت............ آئی ہے۔

(iii) قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السّلام کو.................. کرنے کا حکم دیا۔

(iv) بے شک اللہ تعالیٰ .... کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(v) دکھ تکلیف کو.................. ہی دور کر سکتا ہے۔

8- ہجرت وجہاد

ہجرت

ہجرت کے معنی ایک جگہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ منتقل ہو جانا ہے۔لیکن اسلام میں ہجرت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی ایسی جگہ سے مسلمانوں کا کسی دوسری جگہ منتقل ہو جانا جہاں وہ محکوم اور مظلوم ہوں، برسر اقتدار لوگ انھیں اسلام پر عمل کرنے پر تکلیف دیتے ہوں لہٰذا ان کو وہاں اسلام پر زندگی گزارنا مشکل ہو تو ایسے حالات میں مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس سرزمین کو چھوڑ کر کسی اور جگہ منتقل ہو جائیں۔البتہ اگر ان کے پاس ہجرت کے وسائل نہ ہوں، یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکتے ہوں۔تو اس بات کا امکان ہے کہ اللہ انھیں معاف فرمادے۔چنانچہ ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰهُمُ الۡمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ قَالُوۡا فِیۡمَ کُنۡتُمۡ ؕ قَالُوۡا کُنَّا مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَکُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِیۡهَا ؕ فَاُولٰٓئِکَ مَاۡوٰهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا ۙ﴿۰﴾ اِلَّا الۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالۡوِلۡدَانِ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ حِیۡلَةً وَّ لَا یَهۡتَدُوۡنَ سَبِیۡلًا ۙ﴿۰﴾ فَاُولٰٓئِکَ عَسَی اللّٰهُ اَنۡ یَّعۡفُوَ عَنۡهُمۡ ؕ وَ کَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوۡرًا ﴿۰﴾ وَمَنۡ یُّهَاجِرۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ یَجِدۡ فِی الۡاَرۡضِ مُرٰغَمًا کَثِیۡرًا وَّ سَعَةً ؕ وَمَنۡ یَّخۡرُجۡ مِنۡۢ بَیۡتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ثُمَّ یُدۡرِکۡهُ الۡمَوۡتُ فَقَدۡ وَقَعَ اَجۡرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا (النساء: 97-100)

''جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جب فرشتے ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں، تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے۔وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں عاجز وناتواں تھے۔فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کا ملک فراخ نہیں تھا کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے۔ایسے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔ہاں جو مرد اور عورتیں اور بچے بے بس ہیں کہ نہ تو کوئی چارہ کر سکتے ہیں اور نہ رستہ جانتے ہیں۔قریب ہے کہ اللہ ایسوں کو معاف کر دے اور اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے اور جو شخص اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ جائے۔وہ زمین میں بہت سی جگہ اور کشائش پائے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کر کے گھر سے نکل جائے۔پھر اس کو موت آ پکڑے، تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہو چکا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ہجرت کے نتیجے میں ایک مسلمان کو دنیا میں بھی فائدہ ہے اور آخرت میں بھی۔جیسا کہ ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَالَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا فِی اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا لَنُبَوِّئَنَّهُمۡ فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجۡرُ الۡاٰخِرَةِ اَکۡبَرُ ۘ لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۰﴾ الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا وَ عَلٰی رَبِّهِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ. (النحل: 41-42)

یعنی ''جن لوگوں نے ظلم سہنے کے بعد اللہ کے لیے وطن چھوڑا ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے۔کاش وہ (اسے) جانتے۔یعنی وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسا رکھتے ہیں''۔

اسی طرح ہجرت کرنے والے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت کے حق دار بھی قرار پاتے ہیں۔ارشاد ربّانی ہے:

ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا فُتِنُوۡا ثُمَّ جٰهَدُوۡا وَ صَبَرُوۡۤا ۙ اِنَّ رَبَّکَ مِنۡۢ بَعۡدِهَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (النحل:110)

یعنی ''پھر جن لوگوں نے بلائیں اٹھانے کے بعد ترکِ وطن کیا، پھر جہاد کیا اور ثابت قدم رہے۔بے شک تمھارا پروردگار ان

(آزمائشوں) کے بعد بخشنے والا (اوران پر) رحم کرنے والا ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے ہجرت کرنے والوں کے لیے مغفرت، جنت اور بہترین اجر کا انعام رکھا ہے اور انہیں یقین دلایا ہے کہ انھیں بخش دیا جائے گا اور ان کے اعمال ضائع نہیں ہوں گے۔ چنانچہ ارشاد ربّانی ہے:

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ (ال عمران 195)

"تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی (اور فرمایا) کہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو مرد ہو یا عورت، ضائع نہیں کرتا۔ تم ایک دوسرے کی جنس ہو۔ تو جو لوگ میرے لیے وطن چھوڑ گئے (ہجرت کر گئے) اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور لڑے اور قتل کیے گئے، میں ان کے گناہ دور کر دوں گا۔ اور ان کو بہشتوں میں داخل کروں گا۔ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (یہ) اللہ کے ہاں سے بدلہ ہے۔ اور اللہ کے ہاں اچھا بدلہ ہے"۔

اس لیے بجا طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ جب تک جہاد فرض نہیں ہوا تھا۔ اس وقت تک سب سے بڑا عمل یہی ہجرت کا عمل تھا۔ لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ ہجرت اللہ کی راہ میں اور اللہ کے دین پر قائم رہنے اور اس کی دعوت واشاعت کے لیے ہو"۔

جہاد

جہاد کے معنی محنت اور کوشش کے ہیں۔ اسلام میں اس کا مفہوم ہے "حق کی سربلندی، اس کی اشاعت وحفاظت کے لیے ہر قسم کی کوشش، قربانی اور ایثار کرنا اپنی تمام مالی، جسمانی اور دماغی قوتوں کو اللہ کی راہ میں صرف کرنا۔ یہاں تک کہ اس کے لیے اپنے اہل وعیال، اپنے اعزہ واقارب، خاندان اور قوم کی جانیں تک قربان کر دینا۔ حق کے دشمنوں کی کوششوں کو ناکام بنانا۔ ان کی تدبیروں کو اکارت کر دینا، ان کے حملوں کو روکنا، نیز اس کے لیے میدانِ جنگ میں آکر ان سے لڑنا پڑے تو اس سے بھی دریغ نہ کرنا" اسی لیے جہاد کو اسلام میں بہت بڑی عبادت قرار دیا گیا ہے۔

جہاد ایک منظّم کوشش کا نام ہے اور اسلام میں اس کے واضح اصول وضوابط ہیں۔ بغیر کسی نظم اور امیر کے کوئی شخص یا گروہ اپنی مرضی سے مسلح جدوجہد شروع کر دے تو اسے جہاد قرار نہیں دیا جاسکتا۔ جہاد کے لیے ضروری ہے کہ ایک اسلامی ریاست کی طرف سے باقاعدہ اس کا حکم دیا گیا ہو۔ علماء ومجتہدین کے اداروں نے حالات اور اسباب کا بے لاگ جائزہ لے کر اس کے امکان اور ضرورت کا فیصلہ دیا ہو۔ اور اس کا مقصد مظلوم مسلمانوں کی امداد کرنا، اشاعتِ اسلام کے راستے کی رکاوٹوں اور فتنوں کو دور کرنا اور رضائے الٰہی کا حصول ہو۔

جہاد کا مفہوم بہت واضح ہے۔ بعض علماء کی رائے میں جہاد کی سب سے اعلیٰ قسم خود اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا ہے اور وہ اسے "جہادِ اکبر" قرار دیتے ہیں۔ بعض صحیح احادیث اور قرآن کریم سے بھی اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ (العنکبوت: 69)

یعنی: جن لوگوں نے ہمارے بارے میں جہاد کیا (یعنی محنت اور تکلیف اٹھائی) ہم ان کو اپنے راستے دکھائیں گے اور یقیناً اللہ نیکوکاروں

کے ساتھ ہے۔ جہاد کی چند اور اقسام درج ذیل ہیں:

1- جہاد بالعلم

جہاد کی ایک قسم ''جہاد بالعلم'' ہے۔ دنیا کا تمام شر اور فساد جہالت کا نتیجہ ہے اور اس کا دور کرنا ضروری ہے۔ اگر انسان عقل و شعور اور علم و دانش رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ دوسروں کو بھی اس سے فیض پہنچائے۔ قرآن نے یہ بات ان الفاظ میں واضح فرمائی کہ: **اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ (النحل :125)** ''لوگوں کو اپنے پروردگار کی طرف آنے کی دعوت حکمت و دانش اور خوبصورت نصیحت کے ساتھ کر دو۔ اور ان سے مجادلہ (بحث و مباحثہ) بہت ہی خوبصورت طریقے سے کرو''۔ اسی طرح علمی انداز میں دین کی دعوت و تبلیغ بھی جہاد کی ایک قسم ہے۔ اور نتائج و افادیت کے لحاظ سے اس کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ سورۃ الفرقان میں اسے ''**جِهَادًا کَبِیۡرًا**'' قرار دیا گیا ہے۔

2- جہاد بالمال

جہاد کی ایک اور قسم ''جہاد بالمال'' ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو مال و دولت عطا کیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ اسے اللہ کی رضا کے راستے میں خرچ کیا جائے اور حق کی حمایت و نصرت کے سلسلے میں انفاق سے گریز نہ کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَهَاجَرُوۡا وَجٰهَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ اَعۡظَمُ دَرَجَةً عِنۡدَ اللّٰهِ**۔ ''جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا، یہ لوگ اللہ کے پاس نہایت بلند مرتبہ پر فائز ہیں''۔ جو لوگ مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی بجائے اس کی ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں انھیں عذاب الیم کی ''خوشخبری'' دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **وَالَّذِیۡنَ یَکۡنِزُوۡنَ الذَّهَبَ وَ الۡفِضَّةَ وَ لَا یُنۡفِقُوۡنَهَا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ**: ''اور وہ لوگ جو سونے اور چاندی کی ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو''۔ **(التوبہ: 34)**

3- جہاد بالنّفس

جہاد کی ایک قسم ''جہاد بالنّفس''، یعنی اپنے جسم و جان سے جہاد کرنا بھی ہے۔ حتیٰ کہ اللہ کی راہ میں دین کے دشمنوں سے لڑتے لڑتے اپنی جان تک پیش کر دی جائے۔ عام طور پر جب لفظ جہاد بولا جاتا ہے تو اس سے یہی جہاد مراد ہوتا ہے جس کو قرآن میں قتال کہا گیا ہے۔

جہاد کے لیے جنگی قوت کی تیاری کا حکم دیا گیا ہے اور جہاد میں شہید ہو جانے والوں کو مردہ کہنے سے بھی منع کیا گیا ہے اور اس کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف سے رزق پا رہے ہیں اور اس پر خوشیاں منا رہے ہیں۔ ان کے لیے اجر عظیم، جنتوں اور بہترین ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔

جہاد کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ ہر نیک کام اور فرض کی ادائیگی میں اپنی جان و مال اور دماغ کی پوری قوت صرف کی جائے۔ ایک مرتبہ عورتوں نے جہاد کی اجازت چاہی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ''تمھارا جہاد حج مبرور ہے''۔ ایک صحابیؓ جہاد میں شرکت کے لیے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پوچھا کیا تمھارے ماں باپ ہیں۔ اس نے عرض کیا، جی ہاں۔ فرمایا تو تم ان کی خدمت کے ذریعے جہاد کرو۔ اسی طرح کسی ظالم حاکم کے سامنے کلمہ حق و عدل کہنے کو بھی جہاد بلکہ بہت بڑا جہاد قرار دیا ہے۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

مشق

1- ہجرت سے کیا مراد ہے۔سورہ نساء میں ہجرت کے بارے میں کیا حکم آیا ہے؟

2- ہجرت کرنے والوں کو سورہ نحل میں کیا بشارتیں دی گئی ہیں؟

3- جہاد سے کیا مراد ہے؟اس کی مختلف اقسام تفصیل سے بیان کریں۔

4- جہاد اکبر کسے کہا گیا ہے؟ تفصیلاً بتائیے۔

5- جہاد کے فضائل بیان کیجئے۔

9- حقوق العباد (انسانی رشتوں اور تعلقات سے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلّم کی سیرت اور ارشادات)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلّم کی سیرت طیبہ اور ارشادات گرامی نے انسانی زندگی، عزت و ناموس اور مال و اسباب کا تحفظ فراہم کیا۔ آپؐ کے ارشاد کے مطابق انسان کو حق حاصل ہے کہ معاشرہ اس کی جان و مال کا تحفظ کرے۔

حضرت محمد صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم نے اپنی سیرت کے ذریعے انسان کو برابری کا حق دیا۔ ملازموں اور خدمت گاروں کے ساتھ اپنے برابری کے سلوک سے عملی نمونہ پیش کیا اور ان کے اس حق کے بارے میں خاص طور پر تاکید فرمائی۔

ہمسائے کے حقوق کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلّم نے خاص طور پر تاکید فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے جبرائیلؑ بار بار پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال پیدا ہونے لگا کہ شاید اللہ تعالیٰ ہمسائے کو وراثت میں شریک کردیں۔ ہمسائے کے اس حق کی روشنی میں انسان کو جہاں بہت سی ذمے داریاں سونپی گئیں وہاں اسے بہت سے حقوق بھی حاصل ہوئے کیونکہ ہر فرد کسی نہ کسی کا ہمسایہ ہوتا ہے۔

ماں باپ کی حیثیت سے انسان کو حضرت محمد صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں بہت سے حقوق حاصل ہوئے۔ آپؐ نے بیماروں کی عیادت کی تاکید فرمائی۔ اس طرح بیمار کو یہ حق ملا کہ اس کی دیکھ بھال اور خدمت کی جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلّم نے اپنے عمل سے عورتوں کے احترام کا حق دیا۔ مزدور کو حق دیا کہ اسے اس کی مزدوری فوری طور پر ادا کی جانی چاہیے۔ آپؐ کے فرمودات سے یتیم کو یہ حق حاصل ہوا کہ اس سے حسن سلوک کیا جائے اور اس کی ضروریات پوری کی جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلّم نے خود اپنے عمل سے جنگی قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ فرمایا۔ آپؐ نے انسان کو اس کی خلوت، عُزلت (پرائیویسی) کا حق دیا اور اس میں مداخلت سے منع فرمایا۔ آپؐ کی سیرت کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ان انسانی حقوق کی ایک طویل فہرست مرتب ہوسکتی ہے جن کا آپؐ نے اپنے عمل سے اظہار فرمایا۔ بہت سے انسانی حقوق کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلّم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا۔

انسانی حقوق اور حسن سلوک سے متعلق خطبہ حجۃ الوداع کے اہم نکات

لوگو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''انسانو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں جماعتوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا کہ تم الگ الگ پہچانے جاسکو۔ تم میں زیادہ عزت و کرامت والا اللہ کی نظر میں وہی ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہے'' چنانچہ اس آیت کی روشنی میں نہ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فوقیت حاصل ہے نہ کسی عجمی کو عربی پر۔ نہ کالا گورے سے افضل ہے اور نہ گورا کالے سے، بزرگی اور فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے۔

لوگو! تمھارا رب ایک ہے۔ سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم کی حقیقت اس کے سوا کیا ہے کہ وہ مٹی سے بنائے گئے۔ اب فضیلت اور برتری کے سارے، دعوے خون و مال کے سارے مطالبے اور سارے انتقام میرے پیروں تلے روندے جاچکے ہیں۔

قتل عمد کا قصاص لیا جائے گا۔ قتل غیر عمد وہ ہے جس میں کوئی لاٹھی یا پتھر لگنے سے ہلاک ہوجائے۔ اس صورت میں ایک سو اونٹ دیت مقرر ہے۔ جو اس سے زیادہ طلب کرے گا وہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں میں سے ہوگا۔

دیکھو! میرے بعد کہیں گمراہ نہ ہوجانا کہ آپس میں ہی گردنیں مارنے لگو۔ دیکھو میں نے حق پہنچا دیا ہے۔ پس اگر کسی کے پاس امانت

رکھوائی جائے تو وہ اس بات کا پابند ہے کہ امانت رکھوانے والے کو امانت پہنچا دے۔ تمام سودی کاروبار آج سے ممنوع قرار پاتے ہیں۔

لوگو! خدا نے میراث میں ہر وارث کا جداگانہ حصہ مقرر کر دیا ہے اس لیے اب وارث کے حق میں (ایک تہائی سے زائد میں) کوئی وصیت جائز نہیں۔ جان لو کہ لڑکا اس کی طرف منسوب کیا جائے گا جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا اور جس پر حرام کاری ثابت ہو اس کی سزا سنگ ہے۔

قرض قابل واپسی ہے۔ عاریتاً لی ہوئی چیز واپس کرنی چاہیے۔ تحفے کا بدلہ دینا چاہیے اور جو کوئی کسی کا ضامن بنے تو اسے تاوان ادا کرنا چاہیے۔ دیکھو! ایک مجرم اپنے جرم کا خود ہی ذمے دار ہے، نہ باپ کے بدلے بیٹا پکڑا جائے گا اور نہ بیٹے کا بدلہ باپ سے لیا جائے گا۔ تمھاری بیویوں کا تم پر اور ان پر تمھارا حق ہے۔ بیویوں پر تمھارا حق اتنا ہے کہ وہ تمھارے بستر کو کسی غیر مرد سے آلودہ نہ کریں اور ایسے لوگوں کو تمھاری اجازت کے بغیر تمھارے گھروں میں داخل نہ ہونے دیں جنھیں تم ناپسند کرتے ہو۔ انھیں (عورتوں کو) کوئی معیوب کام نہیں کرنا چاہیے، اگر وہ ایسا کریں تو خدا نے تمھیں یہ اختیار دیا ہے کہ تم ان کی سرزنش کرو، ان سے بستر میں علیحدگی اختیار کرو اور (اگر وہ پھر بھی باز نہ آئیں) انھیں ایسی مار مارو کہ نمودار نہ ہو۔ اگر وہ باز آ جائیں تو تم پر واجب ہے کہ انھیں اچھا کھلاؤ اور رواج کے مطابق اچھا پہناؤ۔ عورتوں کے معاملے میں فراخ دلی سے کام لو کیونکہ درحقیقت وہ ایک طرح سے تمہاری پابند ہیں۔ ان کی کوئی املاک نہیں اور تم نے اِنھیں خدا کی امانت کے طور پر قبول کیا ہے اور تم اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی ان کے وجود سے حظ اٹھاتے ہو۔ سو خواتین کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور ان سے نیک سلوک کرو اور کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کا مال اس کی اجازت بغیر کسی کو دے۔

لوگو! میری بات سنو اور سمجھو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے کچھ لے سوائے اس کے جسے اس کا بھائی برضا و رغبت عطا کر دے۔

اپنے نفس پر اور دوسروں پر زیادتی نہ کرو اور ہاں تمھارے غلام! ان کا خیال رکھو۔ جو تم کھاؤ اس میں سے ان کو کھلاؤ، جو تم پہنو اسی میں ان کو پہناؤ۔ اگر وہ کوئی ایسی خطا کریں جسے تم معاف نہ کرنا چاہو تو اللہ کے بندو انھیں فروخت کر دو اور انھیں سزا نہ دو۔

مشق

1۔ حقوق العباد کی ایک فہرست بنائیے۔

2۔ خطبہ حجۃ الوداع کی روشنی میں عورتوں کے حقوق اور ان کے فرائض تحریر کیجیے۔

3۔ انسانی مساوات پر ایک جامع نوٹ تحریر کریں۔

7- عائلی زندگی کی اہمیت

عائلی زندگی سے مراد ہے خاندانی زندگی۔ انسان پیدائش سے موت تک ساری زندگی اپنے خاندان میں گزارتا ہے۔ خاندان کے افراد مختلف رشتوں کی بناء پر ایک دوسرے سے منسلک ہوتے ہیں۔ انسانی تمدن کی ابتدا بھی خاندانی نظام سے ہوئی اور اس کی بقاء کے لیے بھی اس کا قیام ضروری ہے۔ گویا خاندان معاشرے کا بنیادی جزو ہے اور معاشرے کے اثرات خاندان پر بھی مرتّب ہوتے ہیں۔ معاشرے کی بنیاد خاندانی نظام اور مرد وعورت کی پاکیزہ عائلی زندگی پر ہے۔ اس پاکیزگی کے متاثر ہونے سے پیچیدگیاں پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ ایچ آئی وی/ایڈز جیسے مہلک امراض پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے اسلام نے اللہ کی قائم کی ہوئی حدود پر سختی سے عمل کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں معاشرے کی شیرازہ بندی ناممکن ہے اور معاشرہ انتشار سے نہیں بچ سکتا۔

زوجین کا باہمی تعلق

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَالَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْ جَهَا لِیَسْکُنَ اِلَیْهَا۔

ترجمہ: وہی (اللہ) ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس سے سکون حاصل کرے۔

اس طرح نکاح، ایک جوڑے کے درمیان عائلی زندگی کی جائز بنیاد فراہم کرتا ہے جس کے نتیجے میں پاکیزہ تعلقات وجود میں آتے ہیں۔ قرآن نے رشتۂ ازدواج کو ''احصان'' کا نام دیا ہے جس کا مطلب ہے ''قلعہ بند ہو کر محفوظ ہو جانا''۔ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد زوجین ''مُحصِن''، یعنی قلعہ بند یا محفوظ ہو جاتے ہیں۔ غیر اخلاقی حملوں سے بچاؤ کے لیے انھیں ایک مضبوط دیوار اور حصار مل جاتا ہے۔ ہر ایک دوسرے کے لیے شریکِ رنج وراحت، بے لوث اور غمگسار رہتا ہے اور مشکلات ومسائل کے حل میں دونوں ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہیں، یکسوئی نصیب ہوتی ہے، سوچ، غور وفکر اور ذہنی صلاحیتوں میں ایک اٹھان اور ان کے استعمال میں لانے سے آسانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس زندگی کا لُطف اس وقت حدِّ کمال کو پہنچ جاتا ہے جب گھر کے آنگن میں پھولوں جیسے بچے آ جاتے ہیں جو والدین کے آپس کے تعلق کو اور مضبوط کرتے ہیں۔ ہر دو طرف سے محبت واحترام باہمی کا زمزم موجزن ہوتا ہے اور گھر واقعی ایک جنت نظر آتا ہے۔

چونکہ نسلِ انسانی کی بقاء اور اس کی افزائش اللہ تعالیٰ کے نزدیک عائلی زندگی کا مقصد ہے اور اس پاکیزہ زندگی کا واحد راستہ عقدِ نکاح ہے، ورنہ فطرت کے وہ مقاصد کبھی حاصل نہیں ہو سکتے جو وہ اپنے سامنے رکھتی ہے۔ لہٰذا کسی معاشرے کی بنیاد خاندانی نظام اور مرد وعورت کی پاکیزہ عائلی زندگی ہے۔ جب اس بنیاد ہی کو نیست ونابود کر دیا جائے تو معاشرہ کی شیرازہ بندی کس طرح ممکن ہے اور اسے انتشار سے کیونکر بچایا جا سکتا ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے عائلی زندگی کے استحکام اور بقاء کے لیے نہایت وضاحت سے ہدایات دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شوہر اور بیوی کے تعلق کو محبت اور رحمت کا تعلق قرار دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَا جًا لِّتَسْکُنُوْٓ ا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً۔ (الروم: 21)

ترجمہ: ''اور اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمھاری ہی جانوں سے تمھارے جوڑے پیدا کیے تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمھارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کی۔''

گویا شوہر اور بیوی کا تعلق ایک طرف تو جبلّت کی تسکین کا باعث ہے اور دوسری طرف باہمی محبت، اعتماد اور رحمت کا ایک رشتہ ان کے درمیان پیدا کرتا ہے۔ دونوں روحانی تعلق کی بناء پر شاہراہِ حیات میں ایک دوسرے کے ہم سفر ہوتے ہیں اور ایک مقدس معاہدے کے تحت ایک دوسرے کے مونس و غمخوار ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے پر منصفانہ حقوق مقرر کیے ہیں: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ: (اور اسی طرح ان (عورتوں) کے حقوق ہیں جس طرح ان کے فرائض ہیں رواج کے مطابق)

زوجین کے حقوق و فرائض

اسلامی تعلیمات کے مطابق خاندان کی کفالت (نان و نفقہ) مرد کی ذمہ داری ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنی مالی حالت کے مطابق بیوی بچوں کے لیے اخراجات، لباس، اور مکان کا بندوبست کرے۔ بیوی کو اپنے مہر میں دی گئی رقم یا دیگر اپنی ذاتی ملکیت رکھنے اور کاروبار کرنے کا جائز حدود میں اختیار دے۔ بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اس پر ظلم و زیادتی نہ کرے۔ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور عدل و احسان کا رویہ اختیار کرے۔ وراثت کے حقوق شریعت کے مطابق ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ ''نیک عورتیں فرمانبردار اور شوہر کی عدم موجودگی میں (اس کے گھر کی) محافظ ہوتی ہیں''

اگرچہ عورت پر اولاد کی کفالت کی ذمے داری نہیں تاہم پڑھی لکھی اور ہنرمند خواتین حیا اور پردے کا خیال رکھتے ہوئے ملازمت اور ہنرمندی کے دیگر کام کر کے روزی کما سکتی ہیں، مگر ہمارے ملک کی اکثر خواتین کو اپنے ان حقوق سے آگاہی حاصل نہیں۔ بیوی کا فرض ہے کہ وہ شوہر کی عدم موجودگی میں اس کی تمام اشیاء کی ایک امانت کی طرح حفاظت کرے۔ اس کے راز افشا نہ کرے۔ گھر کی باتیں دوسروں کو نہ بتائے اور اس کے اموال و اشیاء کے ساتھ ساتھ اس کی آبرو اور اس کے نسب و نسل کی بھی حفاظت کرے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زندگی بھی ہمارے لیے مینارِ نور ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِىْ۔

ترجمہ: ''تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے بہتر ہوں''

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ اچھی عورت وہ ہے کہ جب شوہر اسے دیکھے تو اسے مسرت ہو، وہ اسے حکم دے تو اطاعت کرے اور اس کی عدم موجودگی میں اس کے مال کی اور اپنی حفاظت کرے۔

اولاد کے حقوق و فرائض

اسلام میں والدین پر اولاد کے حقوق مقرر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم: 6)

ترجمہ: ''اے اہل ایمان! اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو دوزخ سے بچاؤ''

والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کی اچھی پرورش، تعلیم اور اچھی تربیت کا اہتمام کریں اور پھر اچھی جگہ ان کی شادی کریں۔ اولاد کے درمیان عدل و انصاف قائم رکھیں۔ والدین کی وفات کے بعد بھی اولاد صالحہ ان کے نامہ اعمال میں نیکیوں میں اضافہ کا سبب ہوتی ہے۔

اولاد کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے سوا والدین کا ہر حکم بجالائیں۔ ان سے رحمت و محبت اور نرمی کا رویہ اختیار کریں۔

ان کی رائے کو اپنی رائے پر مقدم رکھیں خاص طور پر جب والدین بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے ان سے نرمی اور محبت سے پیش آئیں۔ اپنی مصروفیات سے مناسب وقت ان کے لیے مختص کریں۔ ان کی بھرپور خدمت کریں اور ان کی وفات کے بعد ان کے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْ هُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْ لًا كَرِ يْمًا o وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَا حَ الذُّلِّ مِنَ الرَّ حْمَةِ وَقُلْ رَّ بِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا o

ترجمہ: ان دونوں کو اف بھی نہ کہو اور نہ ہی انھیں جھڑ کو اور ان سے نرمی سے بات کرو اور رحمت کے ساتھ عاجزی کے بازو ان کے لیے جھکائے رکھو۔ کہو اے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انھوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

مشق

1- عائلی زندگی سے کیا مراد ہے؟
2- خاندانی نظام کی اہمیت پر نوٹ لکھیں۔
3- زوجین کے ایک دوسرے پر کیا حقوق ہیں؟
4- اولاد کے حقوق و فرائض کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟